نواب صدیق حسن خاں کی خدمتِ قرآن

محمّد اسحاق بھٹی

قرآن مجید وہ کتابِ ہدیٰ اور افشردہ نور ہے، جس کی مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں بے شمار تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جائیں گی۔ ہمارے برصغیر پاک و ہند کے (جس میں اب بنگلہ دیش بھی شامل ہے) اہل علم نے بھی اس کو انتہائی عقیدت و محبت اور بدرجۂ غایت جذباتِ احترام کے ساتھ مرکزِ التفات ٹھہرایا اور اپنے اپنے نقطۂ نظر اور حالات کے مطابق اس کی تعبیر و توضیح کے لیے کوشاں ہوئے۔

برِصغیر میں اس صحیفۂ خداوندی اور نطقِ جبریل کی پہلی تفسیر علاقۂ سندھ میں لکھی گئی۔ اور سندھی زبان میں معرضِ تحریر میں لائی گئی، لیکن یہ رفیع الشان خدمت انجام دینے کا شرف کس بلند بخت مفسّر کو حاصل ہوا؟ اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا، اس کا نام تاریخ کے پردے میں چھُپا ہُوا ہے۔

اس تفسیر کی تحریر کا پس منظر جو بزرگ بن شہریار کی کتاب "عجائب الہند" میں مذکور ہے، یہ ہے کہ ۲۷۰ھ میں علاقۂ سندھ کے ایک شہر الرا کے ہندو راجے نے جس کا نام عربوں کے نزدیک مہروک تھا، منصورہ کے حاکم عبداللہ بن ہباری سے درخواست کی کہ اس کو سندھی (اور بعض مورخین کے نزدیک ہندی) زبان میں مذہب اسلام سے متعلق معلومات قلم بند کر کے بھیجی جائیں، چنانچہ عبداللہ بن عمر نے ایک شخص کو بلایا جو اصلاً عراق کا باشندہ تھا، مگر اس کی تعلیم و تربیت سندھ کے دارالخلافہ منصورہ میں ہوئی تھی۔ وہ بہت ذہین اور سمجھدار آدمی تھا اور اس ملک کی متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتا تھا۔ عبداللہ نے اس کے سامنے راجا مہروک کی خواہش بیان کی۔ یہ سن کر اس کو بے حد خوشی ہوئی اور اس نے ایک نظم میں اسلامی

تعلیمات بیان کیں۔ عبداللہ نے یہ نظم راجا مہروک کو بھیج دی۔ راجے نے یہ نظم سُنی تو انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور عبداللہ سے درخواست کی کہ اس شاعر اور عالم کو اس کے دربار میں بھیجا جائے۔ عبداللہ نے اس کو راجا مذکور کے پاس بھیج دیا۔ وہ تین سال اس کے ہاں مقیم رہا اور اس اثنا میں راجا اس سے نہایت محبت و عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔

تین سال بعد ۲۷۳ھ میں وہ عالم، والیٔ سندھ عبداللہ سے ملا تو عبداللہ نے راجا مہروک کے متعلق کچھ سوالات کیے۔ جواب میں اس نے بتایا کہ جب میں وہاں سے چلا ہوں، راجا صدقِ دل سے اسلام قبول کر چکا تھا، لیکن حکومت چھن جانے کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ اس عالم نے راجا مہروک سے متعلق بہت سے واقعات عبداللہ سے بیان کیے۔ جن میں ایک واقعہ یہ ہے کہ راجے نے اس سے سندھی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی فرمائش کی، چنانچہ اس نے راجے کی فرمائش کے مطابق تفسیر لکھنا شروع کی۔ وہ روزانہ چند آیات کی تفسیر لکھ کر اس کو سناتا تھا۔ اس طرح وہ سورہ یٰس کی آیت نمبر ۷۸ پر پہنچا، جس کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ یُحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ یعنی "منکرِ اسلام کہتا ہے کہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔" وہ عالم کہتا ہے کہ جب اس نے اس آیت کا ترجمہ سنایا اور تفسیر بیان کی، اس وقت راجا سونے کے تخت پر بیٹھا تھا جو جواہرات سے مرصع تھا۔ راجے نے کہا "ایک دفعہ پھر اس آیت کی تفسیر بیان کرو۔ دوبارہ تفسیر بیان کی گئی تو راجا تخت سے نیچے اترا اور چند قدم چلا۔ پھر فرطِ جذبات سے بے قابو ہو کر پیشانی زمین پر رکھ دی، حالانکہ زمین پر پانی چھڑکا ہوا تھا اور وہ تر ہو چکی تھی۔ راجا اس قدر رویا کہ اس کے چہرے پر مٹی کی تہہ جم گئی۔ پھر سر اٹھایا اور کہا "بے شک وہی رب ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔" اس کے بعد اس نے ایک مکان تیار کرایا جس میں وہ تنہائی میں خدا کی عبادت کرتا اور وقت پر نماز پڑھتا تھا۔ لوگوں پر یہ ظاہر کرتا کہ وہ تنہائی میں سلطنت کے اہم امور پر غور کرتا ہے۔

سندھ کا یہ ایک گم نام عالم اور مفسر تھا، اور جہاں تک علمِ تفسیر کی

تاریخ کا تعلق ہے، غیر عربی زبانوں میں سندھی پہلی زبان ہے، جس کو قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر اور اسلامی تعلیمات کو اشعار کے قالب میں ڈھالنے کا فخر حاصل ہُوا۔

اس کے بعد برصغیر میں قرآن مجید کی تفسیر نویسی کا ایک وسیع سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان تفسیروں کو ہم پانچ اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ عام نوعیت کی تفسیریں۔
۲۔ مختلف فقہی یا علمی نقطہ ہائے نظر کی تفسیریں۔
۳۔ وہ تفسیریں جن میں تفسیری مواد کم ہے اور مفسّر کے علم و فضل کا اظہار زیادہ ہوتا ہے۔
۴۔ قدیم تفسیروں کی شرحیں اور حواشی۔
۵۔ اصولِ تفسیر۔

ان تمام قسم کی تفسیروں سے متعلق تفصیل بیان کرنا اس وقت میرے موضوع میں شامل نہیں، بات کو آگے بڑھانے کے لیے صرف اشارہ کرنا اور برصغیر کے بعض اہلِ علم کی چند تفسیروں کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

اس خطۂ ارض میں جو اہم تفسیریں مختلف زبانوں میں لکھی گئیں، ان میں ایک تفسیر "تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان" ہے، جو "تفسیر رحمانی" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تفسیر دو جلدوں میں ہے اور عربی میں ہے اور برصغیر کے نامور عالم شیخ علی بن احمد مہائمی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ شافعی المسلک عالم تھے۔ ان کا سنِ وفات ۸۳۵ھ اور ۱۴۳۱ء ہے۔ یہ تفسیر نواب محمد صدیق حسن خاں کے خسر اور بھوپال کے مدار المہام منشی جمال الدین خاں نے بڑے اہتمام سے مصر سے شائع کرائی تھی۔ تفسیر دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ بعد میں یہ حیدر آباد (دکن) سے بھی شائع ہوئی۔

پھر نویں صدی ہجری کے عالم اجل شیخ شہاب الدین دولت آبادی نے "بحرِ مواج" کے نام سے فارسی زبان میں تفسیر لکھی۔

اسی طرح دسویں صدی ہجری کے مفسر شیخ محمد بن احمد گجراتی نے "تفسیر محمدی" کے نام سے ایک تفسیر لکھی۔ یہ عربی میں ہے۔

دسویں صدی ہجری ہی کے ایک اور نامور عالم شیخ علی متقی برہان پوری نے

"شئون المنزلات" کے نام سے عربی میں ایک تفسیر رقم فرمائی۔

گیارہویں صدی ہجری کے معروف ہندی عالم شیخ محب اللہ الٰہ آبادی نے "ترجمۃ الکتاب" کے نام سے ایک تفسیر سپرد قلم کی۔ اس تفسیر کو "المراتب الاربعہ" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی عربی میں ہے۔

گیارہویں صدی ہجری میں دربار اکبری کے معروف عالم ابوالفیض فیضی نے "سواطع الالہام" کے نام سے عربی میں ایک بے نقط تفسیر لکھی۔

بارہویں صدی ہجری کے جید عالم دین شیخ احمد بن ابوسعید نے جو ملّا جیون کے عرف سے معروف تھے، "التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ" کے نام سے تفسیر لکھی۔ یہ بھی عربی میں ہے۔

تیرہویں صدی ہجری کے جلیل القدر فاضل ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی عربی تفسیر کو "تفسیر مظہری" کے نام سے موسوم کیا۔

اس سرزمین کے علمائے عظام نے قرآن مجید کے تراجم کی طرف بھی عنانِ توجہ مبذول کی، چنانچہ مغل بادشاہ نورالدین محمد جہانگیر نے، جسے قرآن مجید سے قلبی لگاؤ تھا، اپنے عہد کے ایک عالمِ دین شیخ محمد بن جلال الدین حسینی گجراتی کو، قرآن کا فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ ترجمہ لفظی ہو اور الفاظِ قرآن سے کوئی لفظ زائد نہ ہو۔ نیز تاکید کی کہ ترجمہ آسان اور عام فہم ہونا چاہیئے، الفاظ اور زبان میں تصنع اور تکلف ہرگز نہ ہو۔

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ ترجمہ ہوا یا نہیں ہوا۔ اگر ہُوا، تو کہیں موجود ہے یا نہیں ہے؟ اگر یہ ترجمہ ہوگیا ہو، تو غالباً یہ پہلا ترجمہ ہے جو برِّصغیر کے ایک عالم نے ایک حکمران کے کہنے سے فارسی زبان میں کیا۔

پھر حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے فارسی میں ترجمہ کیا۔ جس کو حلقۂ اہلِ علم میں انتہائی شرفِ قبولیت حاصل ہُوا۔ ان کے فرزند کبیر شاہ عبدالعزیز نے تفسیر "فتح العزیز" لکھی جو "تفسیر عزیزی" کے نام سے مشہور رہی۔ اس تفسیر کے صرف دو حصّے موجود ہیں۔ ایک حصّہ سورہ فاتحہ سے پارہ دوم کے ربع تک ہے اور ایک حصّہ انتیسویں اور تیسویں دو پاروں کو محتوی ہے۔ افسوس

ہے، اس شاندار تفسیر کے باقی حصے ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں ضائع ہو گئے۔ یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے جو مصنف علام نے عمر کے آخری حصے میں، جب کہ ان کی بینائی ضائع ہو چکی تھی، اپنے ایک شاگرد کو املا کرائی۔

شاہ عبدالعزیز کے چھوٹے بھائیوں ۔۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین نے قرآن کا اردو میں ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ اس وقت کیا، جب اردو زبان بالکل ابتدائی دور میں تھی اور اس کے قواعد و ضوابط بھی معرضِ وجود میں نہیں آئے تھے، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس حال میں الفاظ قرآن کو اردو کے قالب میں ڈھالنا، کس درجے مشکل اور کٹھن کام تھا۔ ان دونوں عظیم القدر بھائیوں کے اردو ترجمے نہایت مقبول ہوئے۔ اہلِ علم میں انہوں نے بدرجۂ غایت پذیرائی حاصل کی اور تداول و شہرت میں بعد کا کوئی ترجمان کا مقابلہ نہ کر سکا۔

آیئے اب مختصر الفاظ میں نواب سید محمد صدیق حسن خاں والئ بھوپال کی ان خدمات کا تذکرہ کریں جو انہوں نے قرآن مجید کے سلسلے میں انجام دیں۔

نواب صاحب ممدوح ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ کو ہندوستان کے مشہور شہر قنوج میں پیدا ہوئے۔ ان کے اسلاف میں تمام بزرگ علم کے زیور سے آراستہ اور تدین و تقویٰ کی نعمت سے مالا مال تھے۔ نواب صاحب نے اپنے بزرگوں کی اس روایت کو نہ صرف قائم رکھا، بلکہ اوصافِ گوناگوں میں سب سے آگے نکل گئے۔ حصولِ علم کے بعد زندگی کی مختلف منزلیں طے کرتے ہوئے، بھوپال کے منصبِ نوابی پر فائز ہوئے اور حسنِ کارکردگی کی بنا پر بڑی شہرت پائی۔ انہوں نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور عربی، فارسی اور اردو میں ۲۲۲ کتابیں لکھیں۔ کثرتِ تصنیفات کے اعتبار سے برصغیر کا کوئی عالم ان کا حریف نہیں۔ تفسیر، حدیث، شروحِ حدیث، فقہ، عقائد، تاریخ و سیر، تصوف، اخلاق، ادبیات اور خلافیات، غرض ہر موضوع سے متعلق ضخیم اور شاندار کتابیں ان کی یادگار ہیں اور اہلِ علم و اصحابِ قلم کے نزدیک انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔

آج کی مجلس میں صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ تفسیر قرآن کے باب میں ان کا دائرۂ تصنیف کہاں تک ممتد ہے۔ اس موضوع پر انہوں نے سات کتابیں

سپردِ قلم کیں۔ جو اپنے دامنِ صفحات میں معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ لیے ہوئے ہیں اور دہ کتابیں یہ ہیں :۔

۱۔ **فتح البیان فی مقاصد القرآن** ۔ یہ تفسیر عربی میں ہے اور چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ نہایت عمدہ تفسیر ہے، زبان بہت شاندار اور علمی ہے۔ پہلی مرتبہ نواب صاحب کی زندگی میں بھوپال میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد نواب صاحب نے اس میں بہت سے اضافے کیے اور پھر خود ہی دس جلدوں میں اسے مصر سے شائع کرایا۔ یہ تفسیر بڑے سائز کے چار ہزار سے زائد صفحات کو محتوی ہے۔

۲۔ **ترجمان القرآن بلطائف البیان** :۔ یہ تفسیر اردو زبان میں ہے عمر کے آخری حصّے میں ۱۳۰۲ھ کو لکھنا شروع کی تھی۔ پہلے انتیسویں اور تیسویں دو پاروں کی تفسیر ایک جلد میں مکمل کی۔ اس کے بعد ابتدائے قرآن یعنی سورۃ فاتحہ سے آغاز کیا اور آخر سورہ کہف تک چھ جلدیں سپردِ قلم کیں۔ اس طرح سات جلدیں ہو گئیں، تو اپنے شاگردِ رشید اور نامور عالم مولانا ذوالفقار احمد سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور قویٰ میں اضمحلال آگیا ہے اس لیے اس سے آگے تفسیر لکھنا ممکن نہیں، البتہ دوسرے موضوعات سے متعلق چھوٹی چھوٹی کتابیں اور رسالے لکھ سکتا ہوں، بہتر یہ ہے کہ سورہ مریم سے لے کر سورہ تحریم تک تفسیر وہ (یعنی مولانا ذوالفقار احمد) لکھیں۔ مولانا نے پہلے تو کچھ عذر پیش کیے، لیکن جب ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ۔ (مطابق ۱۷ فروری ۱۸۹۰ء) کو نواب صاحب وفات پا گئے تو مولانا ممدوح نے اس اہم کام کو مکمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے ۲۳ صفر ۱۳۰۸ھ میں چہار شنبہ اور پنجشنبہ کی درمیانی رات کو اس کا آغاز کیا تھا اور کچھ عرصے بعد آٹھ جلدیں لکھ لیں۔ اس طرح پندرہ جلدوں میں یہ تفسیر تکمیل کو پہنچی۔

اردو زبان میں یہ پہلی تفسیر ہے جو بہت مفصّل ہے اور جس میں مطالبِ قرآن کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سے قبل اگرچہ اردو میں حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کی تفسیر موضح القرآن معرضِ تحریر میں آچکی تھی، لیکن وہ زیادہ تفصیل کی حامل نہ تھی۔ نواب صاحب نے موضح القرآن کے اہم مضامین کو بھی اس میں سمیٹ لیا ہے۔ اس کے علاوہ فقہی نوعیت کے مسائل بھی، جو قرآن میں مذکور ہیں، اس میں نہایت

عمدگی سے بیان کیے گئے ہیں۔

اس تفسیر کی اردو بہت اچھی اور رواں ہے۔ ہر بات آسانی سے قاری کے فہم کی گرفت میں آجاتی ہے بلکہ جیسے جیسے قاری اس کے مطالعے میں آگے بڑھتا جاتا ہے اسی نسبت سے دلچسپی بڑھتی جاتی ہے۔

یہ تفسیر سب سے پہلے مطبع احمدی لاہور میں شائع ہوئی تھی۔ بڑی تقطیع کے تقریباً پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی تفسیر کو مکمل کرنے کی غرض سے موضع کھڈیاں (ضلع قصور) کے ایک عالم مولانا محمد صاحب مرحوم نے بھی سورہ مریم سے لے کر سورہ تحریم تک ترجمان القرآن بلطائف البیان کے نام سے تفسیر لکھی تھی۔

۳- **تذکیر الکل بتفسیر الفاتحۃ واربع قل** :- یہ کتاب اردو میں ہے اور سورہ فاتحہ اور سُوَر قل یعنی قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ، قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی تفسیر ہے۔ ان پانچ سورتوں کی اردو میں یہ بہترین تفسیر ہے۔ ستر صفحات میں ہے۔ نواب صاحب کی زندگی میں ۱۳۰۷ھ سے قبل شائع ہوئی۔

۴- **نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام** :- یہ عربی زبان میں ہے اور قرآن مجید کی اُن ۲۳۶ آیات کی تفسیر ہے جو احکام سے متعلق ہیں۔ پہلی مرتبہ یہ بڑے سائز پر ۱۲۹۲ھ میں بھوپال سے شائع ہوئی۔ دوسری دفعہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں مصر سے شائع کی گئی۔ چار سو صفحات میں پھیلی ہوئی یہ نہایت عمدہ تفسیر ہے

۵- **فصل الخطاب فی فضل الکتاب** :- یہ کتاب اردو میں ہے اور قرآن مجید کے فضائل پر محیط ہے۔ اپنے موضوع کی یہ عمدہ ترین کتاب ہے۔ پہلے بھوپال میں طبع ہوئی۔ پھر ۱۳۱۴ھ کو مطبع فاروقی دہلی سے شائع کی گئی۔ بڑے سائز کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۶- **اکسیر فی اصول التفسیر** :- یہ کتاب فارسی میں ہے اور دو حصوں میں ہے۔ حصہ اول میں کتبِ تفسیر کا تعارف ہے اور حصہ دوم میں مفسرین کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس موضوع سے متعلق یہ پہلی کتاب ہے جو ارضِ ہند کے ایک

عالمِ دین نے تصنیف کی۔ فاضل مصنّف نے اسے حروفِ تہجی کی ترتیب سے تحریر کیا ہے ۱۲۹۰ھ کو مطبع نظامی کانپور سے اشاعت پذیر ہوئی۔ بڑی تقطیع کے ۱۳۰ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۷۔ **افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ:۔** یہ کتاب دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصّہ آیاتِ قرآن کے بارے میں ہے اور دوسرا حصّہ احادیث کے ناسخ منسوخ سے متعلق ہے۔ مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں طبع ہوئی۔ ۱۴۴ صفحات پر محیط ہے۔

نواب سیّد محمد صدیق حسن خاں والیٔ بھوپال کی یہ سات کتابیں ہیں جو تفسیر قرآن اور اس کے متعلقات کے بارے میں ہیں۔ یہ ان کی نہایت مہتم بالشان خدمتِ قرآن ہے۔ یہ ساتوں کتابیں بڑے سائز کے دس ہزار صفحات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ نواب صاحب غالباً برصغیر کے پہلے مصنّف ہیں، جنہوں نے قرآنِ مجید کے موضوع پر عربی، فارسی اور اردو، تین زبانوں میں اس درجے میں عظیم الشان خدمت انجام دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

انجمن خدام القرآن اور قرآن اکیڈمی
کے مقاصد کی وضاحت کے لیے مطالعہ فرمائیں
اِسلام کی نشأۃِ ثانیہ
کرنے کا اصل کام
از قلم: ڈاکٹر اسرار احمد